

(۷۰)

## خوف اور طمع کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا

(فرمودہ ۲۸- مئی ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے جو قدیم سے چلی آتی ہے کہ وہ ہر انسان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر قوم اور ہر جماعت کے ساتھ اپنے معاملہ میں ایسا طریق اختیار فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان اور ہر ایک قوم کی توجہ ایک طرف ہی نہ لگ جائے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ مومن کا ایمان اسی وقت کامل اور اسی وقت نفع رساں ہوتا ہے جبکہ وہ خوف اور طمع کے درمیان ہو جیسا کہ فرمایا تَتَجَا فِي جُنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَحِثَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ اس کے نتیجے میں فرمایا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ تو وہ ایمان کامل جو نفع رساں اور بہتری کا موجب ہو وہ وہی ہوتا ہے جو خوف اور طمع کے درمیان ہو اور دونوں باتوں کے مابین بین ہو۔ یعنی اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمانیت، رحیمیت، فضل، ربوبیت اور کرم پر نظر ہو اور انسان یہ خیال کرے کہ جس قدر دنیا کی مہربان ہستیاں ہیں ان کی محبت اور مہربانی خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکھتی تو دوسری طرف وہ اس فکر میں بھی لگا رہے کہ خدا تعالیٰ انسان کی اصلاح کیلئے کبھی کبھی سزا بھی دیتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر دُنْيَا وَمَا فِيهَا میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو خدا کی سزا کے برابر سزا دے سکے، خواہ وہ علماء اور حکماء ہوں، خواہ ایجاد و اختراع کرنے والے ہوں، خواہ

دنیا کے امراء اور بادشاہ ہوں، خواہ بڑی بڑی حکومتوں اور سلطنتوں والے ہوں اور خواہ عوام الناس ہوں کوئی بھی ان میں سے ایسی طاقت نہیں رکھتا جو اللہ کی سزا اور گرفت کے مقابلہ میں سزا اور گرفت کر سکے۔ سو اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک انسان کا ایمان ان دونوں دیواروں کے اندر نہ آجائے اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا بلکہ خطرہ میں رہتا ہے کیونکہ کامل ایمان اسی وقت ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں باتیں پیدا کی جائیں ایک خوف کے اسباب دوسرے طمع کے سامان۔ چونکہ انسان کے کمال کا ظہور اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ایمان کامل نہ ہو۔ اور ایمان کامل اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خوف اور طمع کے درمیان نہ ہو اس لئے خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ جس قوم یا جس جماعت کو وہ ترقی دینا چاہتا ہے یا جس انسان کا درجہ بلند کرنا چاہتا ہے اس کیلئے یہ دونوں قسم کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ جہاں دنیا میں سب سے بڑے مُنْعَمٌ عَلَیْہِ ہوتے ہیں اور جہاں خدا تعالیٰ کے افضال کی ان پر ہر وقت بارش ہوتی ہے وہاں دوسرے لوگوں کی نسبت انہیں زیادہ خطرناک ابتلاؤں میں سے بھی گزرنا پڑتا ہے یہ دیکھ کر نادان انسان کہہ دیتا ہے کہ جس طرح اور لوگ دکھ اور تکلیف میں پڑے ہوئے ہیں اسی طرح یہ بھی ہے اس لئے ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ یہ خدا کا برگزیدہ ہے لیکن اگر کوئی غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ ان کیلئے ابتلاؤں کے سامان ان کے درجہ کی بلندی اور ایمان کی ترقی کیلئے ہوتے ہیں کیونکہ مومن کی ترقی اسی طرح ہوتی ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ایک طرف ایمان میں ترقی دینے کے لئے طمع کے سامان مہیا فرماتا ہے تو دوسری طرف ان کے راستہ میں مشکلات کی گھاٹیاں بھی لاتا ہے تاکہ اگر ایک پہلو سے طمع ہو تو دوسرے پہلو سے خوف سے باہر نہ نکل جائیں۔

سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے جو دعا سکھائی ہے اس میں بھی اسی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مُلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۲۔ یعنی وہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو رحمن اور رحیم ہے اور وہ خدا جس نے اعمال کو دیکھ کر جزاء و سزا دینی ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس آیت میں ایک طرف رحمن اور رحیم صفات کو بیان فرمایا تو دوسری طرف مُلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ بھی فرما دیا۔ ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف صفات الہیہ ہی ہیں یا دنیا کا تجربہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اس لئے فرمایا یہ صفات ہی نہیں

بلکہ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ایک طرف فضل الہی نازل ہو رہے ہوں، انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہے اور آرام اور سکھ مل رہے ہیں تو دوسری طرف غضب الہی بھی ہے جو خدا کے احکام کے توڑنے والوں پر گرتا ہے۔ اور یہ دونوں قسم کی باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ اگر ایک جماعت خدا تعالیٰ کے دروازے کی طرف جا رہی ہے تو دوسری اس دروازے کے راستہ سے بھٹک کر واپس آرہی ہے۔

پس یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان کی ترقی کیلئے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے کیونکہ ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خوف اور طمع دونوں کے وقت ایمان ترقی نہ کرے اور اگر کوئی خدا کی محبت اور عشق میں ایسا چور ہو کہ ایک منٹ کیلئے بھی خدا کو نہ بھلا سکے تو دوسری طرف یہ بھی چاہیے کہ ایک منٹ کیلئے بھی خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف کرنے کا خیال دل میں نہ لائے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا رحم اور فضل غیر محدود ہے تو اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہے اور اس نے اگر ایک طرف ترقی رکھی ہے تو دوسری طرف تنزل بھی رکھا ہے۔ اگر نور ہے تو اس مقابلہ میں ظلمت ہے، اگر صحت ہے تو اس کے مقابلہ میں بیماری ہے، اگر خیر ہے تو اس کے مقابلہ میں شر ہے، اگر راحت ہے تو اس کے مقابلہ میں دکھ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نے مقابلہ میں باتیں رکھی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ انسان کی ترقی کیلئے دونوں پہلو ضروری ہیں۔ پس کبھی ایسا زمانہ ہوتا ہے کہ جماعت اور قوم پر راحت اور آرام آتا ہے تو ترقی کرتی ہے اور کبھی ابتلاء آتے ہیں ان میں ترقی کرتی ہے۔ جو مومن ہوتے ہیں وہ دونوں حالتوں میں ترقی کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو راحت کے زمانہ میں تو ساتھ چلتے رہتے ہیں لیکن دکھ اور تکالیف کے زمانہ میں چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں مومن دونوں حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ وہ اگر ایک طرف یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام ہوئے ہیں تو دوسری طرف دکھوں اور ابتلاؤں سے اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور جب وہ دونوں امتحانوں میں پاس ہو جاتا ہے یعنی آگ اور پانی سے سلامت نکل آتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا درجہ بہت بلند کر دیتا ہے۔ پس مومن کو چاہیے کہ جیسا آرام اور راحت میں خوش ہو ایسا ہی اگر ابتلاء آئیں تو بھی خوش ہو کیونکہ اس سے اس کی ترقی ہوگی اس طرح اسے صاف کیا جاتا ہے نہ کہ مٹایا جاتا ہے۔ کیا لوہار لوہے کو بھٹی میں اس لئے ڈالتا ہے کہ جلادے نہیں بلکہ صاف کرنے کیلئے ڈالتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی ابتلاؤں میں ڈالتا ہے تو اسی لئے کہ انسان

صاف ہو جائے۔

بہت لوگ ابتلاؤں سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ طمع اور خوف کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نبیوں سے بڑھ کر کون انسان اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے مگر ان کیلئے بھی یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں کوئی نبی ایسا نہیں آیا کہ جس کو دونوں قسم کے حالات سے نہ گزرنا پڑا ہو۔ چونکہ ہماری جماعت سے خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں اس لئے یاد رکھو کہ اگر ہم ان وعدوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو دوسری طرف اس بات کیلئے بھی تیار رہنا چاہیے کہ ایسے وعدوں کے پورا ہونے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء بھی آتے ہیں اور جو ان میں ثابت قدم رہتے ہیں انہی کو کامیابی ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان جو آرام اور راحت میں رہ کر ہر وقت کامیابی ہی کامیابی چاہتا ہے تو وہ سنت اللہ سے واقف نہیں ہے، ممکن ہے اسے آج ہی ٹھوکر لگے یا کل۔ پس تمہیں جہاں کامیابی کی امید ہو وہاں خدا تعالیٰ کے ابتلاؤں کیلئے بھی تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قدموں کو عسر یسر، آرام و تکلیف میں ثابت رکھے اور اپنے فضلوں سے ہماری کمزوریوں پر نظر رحم کرتے ہوئے ہمارے لئے ترقیوں اور کامیابیوں کے راستے کھول دے۔ (آمین)

(الفضل ۳۔ جون ۱۹۱۵ء)